رجسٹرڈ نمبر اے ۹۲۲

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد (۱۲) | ۱۵ دسمبر ۱۹۵۳ء | ایڈیٹر قاضی عبدالغفار | ۸ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ | نمبر (۲۴)

لسانی اقلیتوں کی کانفرنس

اس نام سے ایک کانفرنس گزشتہ ۱۴ اور ۱۵ نومبر کو کھڑگپور میں زیر صدارت مسٹر مہتاب رکن پارلیمنٹ منعقد ہوئی۔ اس کا تو بہت حال ہمیں بعض اخباروں سے معلوم ہوا اور اخباروں میں بھی اس کا چرچا کچھ زیادہ نہیں ہوا۔ یہ کانفرنس کیا تھی، کیوں کی گئی اور اس میں کن مسائل پر غور کیا گیا یہ بات تفصیل کے ساتھ معلوم نہیں۔ نئی دہلی میں مسٹر [illegible] نے اس اجلاس کے متعلق ایک پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ ایک اخباری نامہ نگار کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

"اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ مختلف ریاستوں میں اور ان کے علاوہ بڑے بڑے شہروں میں جیسے کہ کلکتہ، نئی دہلی اور مدراس میں لسانی اقلیتوں کے تہذیبی حقوق کو محفوظ کرایا جائے۔ فی الوقت یہ حقوق دستور کے ہدایتی اصولوں میں تو دے گئے ہیں لیکن قانوناً ان کی حفاظت نہیں کی گئی ہے۔

جن لوگوں کا تعلق لسانی اقلیتوں سے ہے اور جو ریاستوں کی لسانی تقسیم کے بعد بھی باقی رہیں گے، ان کو ان ریاستوں میں جہاں وہ رہتے ہیں ریاستی ملازمتوں میں اور اپنے بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دلانے کے معاملے میں دوسروں کے ساتھ مساوی حیثیت حاصل نہیں ہے اور ان کے لئے متعدد دوسری رکاوٹیں ہیں جن کے خلاف انھیں قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل نہیں ہے۔ (مثلاً بہار میں بنگالی زبان بولنے والی آبادی یا اندھرا میں رہنے والے اوڑیا یا مدراس میں رہنے والے اندھرا یا کلکتہ، بمبئی، مدراس، کھڑگپور وغیرہ میں بسنے والے لسانی اقلیتوں کے لوگ جو وہاں صرف دوسرے درجے کے شہری سمجھے جاتے ہیں) لیکن دستور کا منشا یہ تھا کہ دستور ان لوگوں کے لئے کافی قانونی تحفظات مہیا کرے گا۔

کھڑگپور کے کنونشن کا جس میں توقع ہے کہ مختلف ریاستوں کی ان اقلیتوں کے ایک ہزار سے زیادہ نمائندے شرکت کریں گے، مقصد یہ ہے کہ ان اقلیتوں کی دشواریوں کو رفع کیا جائے اور ہندوستان کے تمام شہریوں کی شہری حیثیت کو یکساں بنایا جائے۔"

اس کانفرنس کے مقاصد میں بہار میں بنگالی زبان بولنے والے، مدراس میں اندھرا کے لوگوں اور میسور اور اڑیسہ وغیرہ میں ایسی اقلیتوں کی دشواریوں کا تو حوالہ دیا گیا ہے لیکن اردو اور ہندوستانی بولنے والی اقلیت کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں کیا گیا حالانکہ ہندوستان میں سب سے زیادہ جو اقلیت پھیلی ہوئی ہے وہ یہی ہے۔ بمبئی، مدراس، حیدرآباد، جنوبی ہند، مدھیہ پردیش، اتر پردیش اور تمام ہی ریاستوں میں جس اقلیت کے لوگ ہر جگہ موجود ہیں اور اپنی زبان کی وجہ سے تہذیبی، سماجی اور معاشی دشواریوں کا سامنا کر رہے ہیں وہ اردو زبان والوں ہی کی اقلیت ہے۔

جہاں تک ہمیں علم ہے اس اقلیت کے کسی نمائندے کو کھڑگپور کی کانفرنس میں شریک ہونے کی دعوت بھی نہیں دی گئی۔ کانفرنس نے کیا فیصلے کئے اور دوسری اقلیتوں کے لسانی حقوق کو قانوناً محفوظ کرانے کی کیا کوشش کی گئی، اس کا بھی کچھ حال ہمیں معلوم نہیں۔ معلوم صرف اتنا ہی ہے کہ لسانی بنیاد پر دوسرے درجے کی شہری حیثیت کو ختم کرا کے سب کے لئے مساوی شہریت حاصل کرنے کا جو مقصد سامنے رکھا گیا اس میں وہ لسانی اقلیت شامل نہیں ہے جس کی زبان سب زبانوں سے زیادہ ہر ریاست میں پھیلی ہوئی ہے۔ گجراتی، تلگو، اڑیا، بنگالی یا مرہٹی سب دیسی زبانیں ہیں جو صرف ایک ہی دو صوبوں میں اقلیت کی زبان ہیں اور جن کے حقوق کے تحفظ کی ضرورت ان ایک ہی دو ریاستوں میں پیش آسکتی ہے لیکن اردو اور ہندوستانی بولنے والی اقلیت کو تو ہر ریاست میں تحفظات کی ضرورت ہے لیکن اس کی آواز اس کانفرنس میں شریک نہیں۔ یہ ایک عجیب فروگزاشت ہے۔ اگر اردو اور ہندوستانی کی حیثیت اتنی واضح اور نمایاں نہ ہوتی جتنی کہ ہے تو ہم یہ سمجھتے کہ یہ فروگزاشت غیر ارادی ہے لیکن اردو کی موجودہ حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ فروگزاشت ارادی ہے اور اس کے پردے میں شاید یہ خواہش پوشیدہ

ہے کہ ہندستانی شہریت کے ساتھ اردو اور ہندستانی کا نام ہی نہ آنے پائے۔

شاخوں کی کانفرنس

اعلان کیا جا چکا ہے کہ دسمبر میں انجمن کی شاخوں کے عہدہ داروں کا ایک اجتماع علی گڑھ میں ہوگا۔ ہم نے مجوزہ اجتماع کے متعلق تمام شاخوں کے عہدہ داروں کی رائے معلوم کی تھی۔ ان میں سے چند نے تو ہمارے مراسلے کا ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا ہے لیکن دو شاخوں کے سوا باقی سب نے اس تجویز کی پوری تائید کی ہے بلکہ بعض نے تو اصرار کیا ہے کہ اس اجتماع میں تاخیر نہ کی جائے۔ جن دو نے اختلاف کیا ہے۔ ان کے اختلاف کا پس منظر اصولی نہیں معلوم ہوتا بلکہ وہ کسی دوسرے اثر کے تحت اس اجتماع کی تجویز کو اچھا نہیں سمجھتے۔ بہرحال شاخوں کی بہت بڑی اکثریت مرکز کی ہم خیال ہے۔ اس لئے شروع دسمبر میں جلسے کی تاریخ کا اعلان ہو جانا چاہیئے، لیکن ہم صرف ایک وجہ سے ابھی تک کوئی تاریخ مقرر نہیں کر سکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ شروع ہی سے ہمارا خیال تھا کہ جب انجمن کا وفد صدر جمہوریہ سے ملاقات کر چکے اس کے بعد یہ اجتماع کیا جائے، لیکن بعض اسباب کے تحت جو ہمارے قابو سے باہر ہیں، باوجود کوشش کے صدر جمہوریہ سے وفد کی ملاقات کی کوئی تاریخ معین نہیں ہو سکی ہے اور ہمیں ہر روز انتظار ہے کہ تاریخ کے تعین کی کوئی اطلاع وصول ہو۔ مجوزہ کانفرنس میں جو مسائل زیر غور آئیں گے ان کا پس منظر صدر سے انجمن کے وفد کی ملاقات کو ہونا چاہیئے تاکہ اس کی روشنی میں ہم اپنا پروگرام بنا سکیں اور شاخوں کے عہدہ داروں سے مشورہ کر سکیں۔ جس وقت بھی وفد کی ملاقات ہو چکی مجوزہ کانفرنس کی تاریخ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ یہ ممکن ہے کہ آخر دسمبر کی بجائے کانفرنس جنوری کے مہینے میں کرنی پڑے، لیکن اگر ایسا ہوگا تو بدرجۂ مجبوری ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ جو اصحاب مجوزہ اجتماع کے متعلق بار بار یاد دہانی کر رہے ہیں وہ اس تصریح سے مطمئن ہو جائیں گے اور صدر جمہوریہ سے ہمارے وفد کی ملاقات کا انتظار کریں گے۔

تصحیح

۱۵ر اکتوبر کی اشاعت میں مراد آباد کی شاخ کے افتتاح کی خبر میں عہدہ داروں کی جو فہرست دی گئی ہے اس میں کتابت کی غلطی سے محترمہ بیگم سعید صاحبہ کے نام کے بجائے "بیگم لیلا صاحبہ نائب صدر" شائع ہو گیا ہے۔ جس کا ہمیں افسوس ہے۔ ناظرین تصحیح فرما لیں۔

اردو ہائی اسکولوں میں بھی ختم

اترپردیش کے بورڈ آف ایجوکیشن نے صوبائی حکومت سے سفارش کی ہے کہ ہائی اسکولوں کے امتحان میں ۶ مضامین ہونے چاہئیں۔ چار لازمی اور دو اختیاری۔ چار لازمی مضامین حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ہندی مع سنسکرت
(۲) انگریزی
(۳) ریاضی
(۴) سوشل اسٹڈیز لڑکوں کے لئے اور ہوم سائنس لڑکیوں کے لئے

حسب ذیل مضامین سے کوئی دو اختیاری مضامین ہوں گے:۔

(۱) ایک غیر ملکی جدید زبان یا ایک ہندوستانی کلاسکی زبان
(۲) تاریخ مع مختصر جغرافیہ کے۔
(۳) ریاضی (لڑکیوں کے لئے)
(۴) سماجیات
(۵) اقتصادیات
(۶) جغرافیہ
(۷) فزکس اور کیمسٹری
(۸) آرٹ، موسیقی، مصوری، رقص وغیرہ

لازمی مضامین میں تو بہر حال اردو کا نام آ ہی نہ سکتا تھا، لیکن اختیاری مضامین میں بھی ہندستان کی صرف کلاسکی زبان شامل کی گئی ہے۔ اس میں بھی اردو کی کہیں گنجائش نہیں۔ البتہ انگریزی زبان لازمی مضمون قرار پائی ہے۔

نریندر دیو کمیٹی نے جن کی سفارشات پر غور کرنے کے بعد بورڈ نے اپنی سفارشات پیش کی ہیں۔ اس بات پر زور دیا تھا کہ انگریزی زبان کے بجائے اگر طالب علم چاہے تو اسے ہندستان کی کسی زبان کو لینے کی آزادی حاصل ہو۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ یہ تجویز بورڈ کی اکثریت نے نامنظور کر دی اور انگریزی زبان کو لازمی مضمون قرار دیا۔

ظاہر ہے کہ نریندر دیو کمیٹی کی سفارش میں اس کی گنجائش تھی کہ انگریزی کا بدل کوئی ہندستانی زبان ہو سکتی، اور اس طرح اردو کے لئے ایک گنجائش نکلتی تھی۔ لیکن بورڈ نے اس امکان کو بھی بالکل ختم کر دیا۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— لکھنؤ میں محمد اسحٰق صدیقی صاحب کوئی بزرگ ہیں ہم انھیں نہیں جانتے یہ کوتاہی ہماری ہے! ان کا ایک مراسلہ نیشنل ہیرالڈ کی ایک تازہ اشاعت میں شائع ہوا ہے جس میں موصوف نے فرمایا ہے کہ "دیوناگری کے سوا دوسرے رسم الخط کو استعمال کرنے والے لوگوں سے استدعا کی جائے کہ وہ اپنے مقامی رسم الخط کو ترک کر دیں اور اپنی زبان کو صرف دیوناگری رسم الخط میں لکھیں"

—— انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب کہ وزیر اعظم چاہتے ہیں فارسی رسم الخط کیوں باقی رہے"۔ منجملہ اور فوائد کے جو موصوف کی رائے میں دیوناگری رسم الخط اختیار کر لینے اور فارسی رسم الخط کو ترک کر دینے سے حاصل ہوں گے ایک یہ بھی ہے کہ اردو کے اخباروں، رسالوں اور کتابوں کی اشاعت میں اضافہ ہو جائے گا —— وغیرہ وغیرہ وغیرہ!!

—— کوئی بھی اردو والا اس تجویز سے اختلاف نہ کرے گا کہ اردو زبان کا ادب دیوناگری رسم الخط میں ضرور شائع ہونا چاہیئے، لیکن فارسی رسم الخط کو قطعاً ترک کر دینے کے سوال کا اہم ترین پہلو صدیقی صاحب کی گہری فکر و نظر کی زد سے بچ کر نکل گیا۔ ان کی رائے میں یا تو اردو ادب کی وہ تہذیبی میراث جس کے خزانے دو سو تین سو سال سے جمع ہوتے رہے ہیں بالکل ہی بے حقیقت ہے، جس کے فنا ہو جانے سے اور اس سے اردو والوں کی آئندہ نسلوں کو محروم کر دینے سے ملک کا کوئی نقصان نہ ہوگا یا کسی "چھو منتر" کا کوئی ایسا نسخہ صدیقی صاحب کو مل گیا ہے کہ وہ ایک دن اس تمام ذخیرے پر پھونک کر دیں گے اور "چھو" کے ساتھ ہی وہ سب کا سب دیوناگری رسم الخط میں منتقل ہو جائے گا!!

—— اردو کے حامیوں کی اکثریت اردو اور ہندی کو دو الگ الگ زبانیں نہیں مانتی اور اسی لئے دو رسم الخط اور ایک قومی زبان کے فارمولے کو آج تک مانے جاتی ہے۔ لیکن صدیقی صاحب اور ان کے ہم خیال اصحاب کو اصرار ہے کہ قومی زبان کی یکتائی صرف ایک ہی رسم الخط سے قائم رہ سکتی ہے!! اس کا وجود دو پرچھائیوں کا بار گوارا نہیں کر سکتا! —— رہیں آئندہ نسلیں تو وہ اپنی فکر خود ہی کر لیں گی۔ ان کے متعلق صدیقی صاحب کی رائے میں زیادہ تردد کی ضرورت نہیں! ادب اور کلچر کا جو خزانہ صدیوں میں جمع ہوا ہے، اگر وہ رسم الخط بدلنے کی وجہ سے آئندہ پچاس سال میں دریا برد ہو جائے تو قومی زبان اور رسم الخط کی وحدت کے لئے اُسے بھی گوارا ہی کرنا چاہیئے —— یہ ایک نہایت شدید قوم پرستانہ جذبہ ہے! یعنی - [illegible] [illegible] —— اگر وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا تو یہ قصور ہمارا ہے!!

—— بعض اوقات مراسلوں میں دستخط کرنے کا انداز بہت ہی مبہم آفریں ہو جاتا ہے! یعنی یہ سوچنا پڑتا ہے کہ مکتوب کے کاتب یا تو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے دستخط کی پیچیدگی پڑھنے والے کو ذہنی پیچ و تاب آئے گی یا یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے دستخطوں کا مارکہ اتنا عام ہے کہ ان کے قلم کی چند ٹیڑھی لکیروں سے سمجھنے والے کو ضرور معلوم ہو جائے گا کہ یہ تحریر کس کی ہے۔

—— مثلاً آگرہ سے حسب ذیل مکتوب انجمن کے سکریٹری کو وصول ہوتا ہے:

"میں مدت سے سُن رہا ہوں کہ بیس لاکھ دستخط جمع ہو چکے ہیں اور اب آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ جلد از جلد ایک وفد کو پریزیڈنٹ کی خدمت میں بھیجا جائے۔ اس وقت موقع اچھا ہے ...... امید ہے کہ کچھ ہو رہے گا ورنہ جتنا بھی وقت گزر رہا ہے ہم ہندی گردی کا شکار ہو رہے ہیں۔"

[illegible]

اس مکتوب کے کاتب کا پتہ نشان اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اب اگر ہم ان کو کوئی جواب دینا چاہیں تو ان دستخطوں کی نقل لفافہ پر چپکا کر ڈاک میں ڈال دیں —— اس کے سوا اور کیا کریں!! —— "ہندی گردی" اُدھر اور "دستخط گردی" کا شوق بے محابا اِدھر! اس شورش بازی کے رموز تک ہم اپنے فہم کی نارسائی کا ماتم کرتے ہیں!!

—— اتر پردیش کی ریاستی کانگریس کمیٹی کی کونسل کے جلسہ کی جو مختصر روداد اخباروں میں شائع ہوئی ہے اس کا ایک ٹکڑا حسب ذیل ہے:

> کونسل کے صبح کے اجلاس میں ان گشتیوں اور خطوں پر غور کیا گیا جو کانگریس کے صدر آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے دفتر سے موصول ہوئے ہیں۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سکریٹری مسٹر ایس۔ این۔ اگروال بھی کونسل کے جلسہ میں شریک تھے کیونکہ وہ دیوناگری رسم الخط کانفرنس کے سلسلے میں یہاں آئے تھے۔
>
> کونسل نے کانگریس کے صدر کی ہدایت اور ورکنگ کمیٹی کے اس فیصلہ سے اتفاق کیا کہ کانگریسیوں کو زبان کی تحریک سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیئے اور اس تحریک سے علیحدہ رہنا چاہیئے۔ حالانکہ اس ہدایت کا ہمارے صوبے پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے کیونکہ نہ یہاں زبان کا مسئلہ درپیش ہے اور نہ کسی ممبر کا اس سے تعلق ہے۔

—— پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ زبان کے مسئلے پر صدر کانگریس اور ورکنگ کمیٹی نے ریاستی کانگریس کو یہ ہدایت کی ہے کہ کانگریسیوں کو زبان کے جھگڑوں سے الگ رہنا چاہیئے، دوسرا انکشاف یہ ہوا کہ "اس ہدایت کا ہمارے صوبے پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے کیونکہ نہ یہاں زبان کا مسئلہ درپیش ہے اور نہ کسی ممبر کا اس سے تعلق ہے" —— اس انکشاف کی بلاغت بہت دلچسپ ہے!!

—— اب معلوم ہوا کہ اتر پردیش میں تو زبان کا کوئی مسئلہ ہی درپیش نہیں! ہمیں کس قدر غلط اطلاع ملی تھی کہ علاقائی زبان کا کوئی سوال اتر پردیش میں اٹھا ہوا ہے —— اگر ہم پہلے ہی ریاستی کانگریس سے معلوم کر لیتے تو یہ اطمینان حاصل ہو جاتا کہ یہاں تو الحمد للہ ہر طرح خیر و عافیت تھی! اور کانگریس کے بانی کو ضرورت ہی نہ تھی کہ وہ اس باب میں کسی قسم کا ہدایت نامہ بھیجنے کی زحمت گوارا کرے!!

—— اور کانگریس کے صدر جواہر لال نہرو کس قدر بے خبر ہیں کہ انھوں نے خواہ مخواہ رسم الخط کی کانفرنس کے اپنے پیام میں اردو رسم الخط کا ذکر فرمایا! یہاں جب زبان ہی کا کوئی مسئلہ موجود نہیں تو رسم الخط کا سوال کہاں پیدا ہو سکتا

سچ ہے! — اب ہم سے کوئی لاکھ کہے کہ اتر پردیش میں اردو زبان کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کی کوئی تحریک جاری ہے۔ ہم یہی کہیں گے کہ یہ سب غلط!

——— نئی دلی۔ جمہوریہ روس کے مشرقی علوم کے ماہرین نے دو ہزار سال قبل کے قدیم ہندوستان کے نظام ریاست سے متعلق ایک رسالہ ارتھ شاستر کا روسی ترجمہ مکمل کر لیا ہے۔ اس کا انکشاف آج روسی خبر رساں ایجنسی تاس کی ایک شائع کردہ خبر سے ہوا۔

روس میں مہابھارت اور رامائن کی رزمیہ نظموں کا ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے۔ روس میں شرقیات کا ادارہ ہندوستانی شعرا اور کئی ہندوستانی زبانوں پر کافی محنت کر رہا ہے۔ اس نے ہندی اور اردو کے قواعد و ضوابط کی کتابیں بھی تیار کی ہیں، ہندی سے روسی اور اردو سے روسی زبانوں کی لغات بھی تیار کر لی گئی ہیں جن میں پچاس ہزار الفاظ ہیں!

——— ابھی تک تو اردو والوں کو پاکستانی ذہنیت کے طعنے سننے پڑتے تھے لیکن تعجب نہیں اگر ہمارے احباب اس خبر کو پڑھ کر اردو داں کمیونزم کے اتصال کا خدشہ ظاہر فرمانے لگیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس خبر میں اردو کے ساتھ ہندی کا نام بھی آیا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تنہا اردو ہی کمیونزم کے خطرے میں مبتلا ہو گئی ہے!

——— رہا یہ امر کہ روسی حکومت کا یہ التفات اردو زبان کی طرف کیوں ہے تو ہم سوائے اس کے کیا کہیں کہ یہ روسیوں کی بیوقوفی ہے کہ انہوں نے بھی اردو کو ہندوستان کی ایک قابل لحاظ زبان سمجھا!!

انجمن کی خبریں

جے پور نواب ممتاز الدولہ محمد مکرم علی خاں صاحب مکرم رئیس بہاؤ (یو-پی) و ردائے پور (راجستھان) نے اپنی سالگرہ کے مبارک موقع پر ایک نہایت شاندار دعوت مشاعرہ دی۔

نواب صاحب موصوف انجمن ترقی اردو جے پور کے سرپرست ہیں۔ ادبیات اور بالخصوص شعر و سخن سے خاص ذوق ہے۔ ممتاز باغ کی عمارت الموسوم بہ عیش منزل اعلیٰ فرش و فروش سے مزین ہونے کے علاوہ بجلی کے قمقموں، گلدستوں اور پھولوں کے ہاروں اور خوشبوؤں سے عروس نو بنی ہوئی تھی۔

جے پور کے منتخب شعرا کو دعوت شرکت دی گئی تھی۔ ٹونک۔ بھرت پور اور اجمیر کے بھی خاص شعرا نے شرکت کی۔ سامعین میں جے پور کے اعلیٰ ذوق سخن رکھنے والے سب ہی حضرات شریک تھے۔ خان بہادر الطاف احمد خیری صاحب صدر انجمن ترقی اردو نے کرسی صدارت کو زینت بخشی۔ مہمانوں کے لئے پر تکلف چائے اور نفیس ترین پان سگریٹ کا انتظام تھا جس کا دور برابر چلتا رہا۔ ٹھیک ۱۰ بجے شب طرحی مشاعرہ شروع ہوا۔ طرح تھی۔

وسعت صحرا و چمن گلستاں ہے سامنے

قافیہ گلستاں۔ مشاعرہ پہلی ہی غزل سے گرم ہو گیا اور [illegible] رہا۔ ایک سے ایک عمدہ غزل پڑھی اور سنی گئی۔

آخر میں خود نواب صاحب موصوف کا کلام سنایا گیا۔ ان کی طرحی غزل سب پر فوقیت لے گئی۔ آپ نے اس بزم میں اپنے حسب ذیل دو قطعے بھی [illegible] اردو سنوائے جو بہت پسند کئے گئے۔ یہ اسی مشاعرہ کے لئے آپ نے رقم فرمائے تھے۔

قطعات

زبانیں مل کے دنیا کی ہوئی اردو زباں پیدا
ہوا ہے بالفاظ و معنیٰ مجسم جادو داں پیدا
کوئی دیکھے تو کیفیت نسیم و میر و غالب کو
کئے ہیں اس زمیں نے کیسے کیسے آسماں پیدا

اسی کو آج سب اردو زباں کا نام دیتے ہیں
جو لعل بے بہا ہے ہند کے سارے خزینوں میں
لطافت اس کی دنیا میں مسلّم کوئی کیا جانے
یہ وہ مے ہے جھلکتی ہے جو دل کے آبگینوں میں

۱۲ بجے شب کے بعد نہایت کامیابی کے ساتھ مشاعرہ اختتام پذیر ہوا۔

اجمیر اجمیر۔ ۲۷ر نومبر۔ ۲۷ر نومبر کو بعد نماز جمعہ انجمن ترقی اردو اجمیر اور سیرت کمیٹی اجمیر کی جانب سے طلب کردہ مسلمانان اجمیر کا ایک جلسہ عام جامع مسجد شاہجہانی درگاہ شریف میں منعقد ہوا جس میں علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کے علمی اور دینی کارناموں پر سید عبد الحسین نیازی صاحب اور مولانا مولوی محمد یونس صاحب خطیب اجمیر نے تقریریں فرمائیں۔ ایک تجویز تعزیت منظور ہوئی اور فاتحہ پڑھی گئی۔

بالاپور بالاپور (برار) ۴ر دسمبر۔ آج شام "ہادی لاج" میں جناب سید شریف الاسلام صاحب نقشبندی کی جانب سے بغرض ملاقات جناب منور حسین صاحب شاکر اورنگ آبادی معتمد مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو زیر اہتمام انجمن ترقی اردو بالاپور ایک عصرانہ ترتیب دیا گیا جس میں اراکین بالاپور کے علاوہ کھام گاؤں۔ اکولہ و امراوتی کے اراکین نے بھی شرکت کی۔

جناب ہادی نقشبندی صاحب بی۔ اے (علیگ) نائب صدر مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو نے معزز مہمان شاعر، شاکر اورنگ آبادی کا تعارف کراتے ہوئے ان کی ادب و زبان کی خدمات پر روشنی ڈالی۔ نیز مدھیہ پردیش اردو کانفرنس کے جلد از جلد انعقاد پر زور دیتے ہوئے عصر حاضر میں اردو کی پہلے سے زیادہ ضرورت پر تبصرہ کرتے ہوئے بہی خواہان اردو کو ان کے فرائض کی جانب توجہ دلائی۔

اختتامی تقریر پر جناب سید شریف الاسلام صاحب نقشبندی صدر انجمن نے انجمن کی جانب سے جناب شاکر اورنگ آبادی کو زریں ہار پہنایا! بعدہٗ جناب شاکر صاحب نے اپنی تقریر میں تقسیم ہند کے بعد تحریک اردو و مدھیہ پردیش

د انجمن ترقی اردو کے قیام و اردو کانفرنس کے بارے میں جلد از جلد کئے جانے کے تذکرہ کے ساتھ فرمایا کہ ہمارے صوبے میں "ترقی اردو" سے زیادہ "تحفظ اردو" کی ضرورت ہے۔ نیز انھوں نے انجمن ترقی اردو بالاپور کی گزشتہ ۷ سالہ بیش بہا خدمات کا اعتراف "اردو ہفتہ" وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب میزبان شریف نقشبندی صاحب و انجمن کا شکریہ ادا کیا۔

جناب محمد حنیف اللہ خاں صاحب بدر صدر مدرس انجمن ہائی سکول کھام گاؤں نے اپنے خاص انداز میں اپنا کلام سنایا۔ بعدہٗ جناب محمد تفضل حسین صاحب نیازی سکریٹری انڈین یوتھ ایسوسی ایشن امراوتی نے ترنم کے ساتھ اپنی غزلوں سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ آخر میں جناب شاکر اورنگ آبادی نے حاضرین کے اصرار پر اپنی کئی غزلیں اور نظمیں سنائیں۔

جناب محمد ضیاء الحق خاں صاحب معتمد انجمن مفید الاسلام کھام گاؤں و جناب عبداللطیف صاحب سالک خازن انجمن ہائی اسکول کھام گاؤں نے بھی اپنی تقاریر میں اردو زبان و ادب کی ضرورت پر تبصرہ کرتے ہوئے مدھیہ پردیش اردو کانفرنس کے جلسے میں باہمی اشتراک و تعاون کی درخواست کی اور یہ تقریب شب میں دس بجے ناظم انجمن کے شکریہ کے بعد ختم ہوئی۔

جلسۂ تعزیت

بالاپور (برار) ۲۵ر نومبر ۱۹۵۳ء بوقت ۱۱ بجے دن انجمن ترقی اردو (ہند) بالاپور کا ایک جلسہ خصوصی زیر صدارت جناب حکیم محمد معصوم صاحب ارمان سجادہ نشین درگاہ بابا اسیلانی شاہ "کاشانۂ ارمان" میں منعقد ہوا۔

حسن اتفاق سے جناب ہادی نقشبندی صاحب جو آجکل مدھیہ پردیش اردو کانفرنس کے جلسے میں برار تشریف لائے ہوئے ہیں شریک جلسہ تھے۔ جناب صدر کی خواہش پر ان کی جانب سے جناب ہادی نقشبندی صاحب نے حضرت علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم صاحب سیرت النبیؐ کی مختصر سوانح حیات اور علمی کارناموں کا مبسوط جائزہ لیتے ہوئے ایک تجویز تعزیت پیش کی۔

کھام گاؤں

سالانہ اجلاس مجلس طلباء قدیم انجمن ہائی سکول کھام گاؤں (برار) مجلس عاملہ مجلس طلباء قدیم انجمن ہائی سکول کھام گاؤں (برار) نے اپنے حالیہ جلسہ منعقدہ "ہادی لاج" بالاپور (برار) مورخہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۳ء یہ طے کیا ہے کہ مجلس کا اجلاس اواخر جنوری یا اوائل فروری میں مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو و برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنسوں کے ساتھ کھام گاؤں میں منعقد کیا جائے۔

لہٰذا تمام طلباء قدیم انجمن ہائی سکول کھام گاؤں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے موجودہ پتے سے معتمد مجلس کو حسب ذیل پتے پر مطلع فرمائیں تاکہ اُن سے ربط قائم کیا جا سکے اور سالانہ جلسے کی تاریخوں سے انھیں مطلع کیا جا سکے۔

محمد تفضل حسین نیازی
معتمد مجلس۔ گل محمد بلڈنگ۔ ناگپوری گیٹ
امراوتی (برار)

ہندوؤں کے قدیم اُردو اخبارات

(از مرزا عبدالقادر بیگ صاحب)

جہاں تک ہندوؤں کے قدیم اُردو اخبارات کا تعلق ہے امداد صابری صاحب کی تاریخ صحافت اُردو پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل کے ۲۵ سال میں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں سے ایسے اخبارات شائع ہوتے تھے کہ ان پرچوں کی تعداد تیس سے متجاوز تھی۔ ان پرچوں کے متعلق ہم کو جو معلومات ملی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پرچے ہندو ایڈیٹروں کی ادارت اور اہتمام میں شائع ہوتے تھے اور پوری طرح ہندوؤں کی ترجمانی اور ان کی مفادات کا تحفظ کرتے تھے۔

ان میں بعض پرچوں مثلاً بنارس اخبار اردو وڈکٹوریہ پیپر کا مقصد ہی ہندو مذہب کی حمایت اور اشاعت تھا۔

ہندوؤں کے اخبارات میں جام جہاں نما کا نام سرفہرست ہے۔ جام جہاں نما ہندوؤں کے قدیم اردو اخبارات ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان بھر میں اردو اخبارات میں سب سے پہلا اخبار ہے۔ جدو جہد کی کسی گزشتہ اشاعت میں اس کا مفصل تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

ہندوؤں کا دوسرا جریدہ "شمس الاخبار" ہے۔ یہ پرچہ بھی جام جہاں نما کی طرح کلکتہ سے شائع ہوتا تھا۔ اس کی پہلی اشاعت مئی ۱۸۲۳ء میں منظر عام پر آئی۔ اس کے ناشر ماسٹر موہن متر اور طابع جناب منی رام ٹھاکر تھے اس کا دفتر چودنگا اسٹریٹ میں تھا۔

دہلی سے ہندوؤں کا پہلا پرچہ قِران السعدین ۱۸۴۵ء میں جاری ہوا۔ یہ اخبار تین صفحات کا ہوتا تھا۔ اس میں تصاویر بھی ہوتی تھیں۔ اس کا مقصد اجرا قارئین کو مغربی معلومات بہم پہنچانا تھا۔ خبروں کے علاوہ اس میں سائنس ادب اور سیاست سے متعلق مضامین اور مفید بحثیں بھی ہوتی تھیں۔ یہ اخبار ہفتہ وار تھا اور ہر پیر کو شائع ہوا کرتا تھا۔ اس کی لکھائی چھپائی کا انتظام بہت معقول تھا۔ دہلی کی مفصل خبریں اور دربار شاہی کی تاریخ وار تفصیلی حالات اور کبھی کبھی شاہ کا کلام بھی اس میں چھپتا تھا اس کا معیار بلند تھا۔ جب کسی سرکردہ ہستی کا انتقال ہوتا تھا یا کوئی اور اہم واقعہ پیش آتا تو اس کا پس منظر بھی بڑی احتیاط سے مرتب کر کے اس میں شائع کیا جاتا۔ اور اشتہارات اس میں خاص ہوتے تھے۔ مطبوعہ کتابوں پر تبصرے اس کی خصوصیت تھی۔ اخبار کشمیری گیٹ میں شائع ہوتا تھا۔ ناشر پنڈت دھرم نرائن بھاسکر تھے۔ گنگا رام صاحب اس کے کاتب تھے۔ یہ اخبار تقریباً بارہ برس تک نکلتا رہا۔

فوائد الناظرین اور محب ہند ماسٹر رام چندر نے دہلی سے ۱۸۴۵ء اور ۱۸۴۷ء میں جاری کئے۔ یہ دونوں معلوماتی پرچے تھے جو مختصر مدت تک جاری رہنے کے بعد بند ہو گئے۔

ماسٹر رام چندر نے جو کائستھ تھے تبدیل مذہب کیا اور عیسائی ہو گئے۔

فوائد الناظرین نومبر ۱۸۴۵ء میں چھپنا شروع ہوا اور چند سال تک جاری رہا۔

اس کے مہتمم پربھو دیال اور ایڈیٹر موتی لال صاحب تھے۔ یہ بھی پندرہ روزہ تھا اور فلس کیپ کے چار صفحوں پر چھپتا تھا اس میں قانونی معاملات پر خصوصیت سے بحث کی جاتی تھی۔ اخبار کے ایڈیٹر کو قانونی مسائل سے خاص دلچسپی تھی اور وہ قانونی سوالات کے جوابات بھی اپنے پرچے میں شائع کیا کرتے تھے۔ یو۔پی میں ہندوؤں کا پہلا اخبار غالباً ۱۸۴۵ء میں بنارس سے شائع ہوا۔

اس کا نام سدھاکر تھا۔ یہ چھاپے خانے میں چھپتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر تارا موہن مترا تھے۔

گوالیار اخبار کے نام سے لکشمی پرشاد مرحوم کی ادارت میں ۱۸۴۶ء سے گوالیار سے ہندوؤں کا پہلا اردو اخبار نکلا۔ یہ اخبار دو کالموں میں چھپتا تھا۔ ایک کالم میں فارسی رسم الخط اور دوسرے میں دیوناگری رسم الخط میں خبریں اور مضامین ہوتے تھے۔ خیراتی لال صاحب نے بھی کچھ عرصہ تک اس اخبار کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔

گووند رگھوناتھ صاحب مرہٹہ کی ادارت میں بنارس سے ہندوؤں کا ایک اور پرچہ بنارس اخبار ۱۸۴۵ء میں جاری ہوا۔

اس اخبار کو مہاراجہ نیپال سے امداد ملتی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کا بڑا زور تھا اور حکومت کا سہارا پا کر مشنری ہندو مذہب اور مذہب اسلام پر زبردست حملہ کر رہے تھے۔ چنانچہ ہندوؤں کے اخبارات ان باتوں سے غیر متاثر نہیں تھے۔ مشنریوں کی مخالفت میں یہ اخبار پیش پیش تھا۔ اس زمانہ میں ہندو مذہب کی جیسی شدید حمایت اس اخبار نے کی شاید ہی کسی دوسرے پرچے نے کی ہو۔ یہ اخبار اپنی حمایت مذہب کی بنا پر خوب مقبول تھا۔ اور ۱۸۴۴ء تک بڑی شان و شوکت سے جاری رہا۔

بریلی سے عمدۃ الاخبار کے نام سے لچھمن پرشاد صاحب نے ایک ہفتہ وار پرچہ جاری کیا تھا۔ اس کے ایڈیٹر کو علمی اور ادبی معاملات سے بہت دلچسپی تھی۔ چنانچہ انھوں نے دماغی زینت کے نام سے علمی اور اخلاقی سائیکلو پیڈیا بھی مرتب کی تھی۔

اردو اس زمانے میں آجکل کی طرح دہلی یو۔پی وغیرہ کے علاوہ بھی ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں مقبول تھی اور عام طور پر بولی جاتی تھی۔ اور اندور جیسے دور افتادہ علاقوں سے اردو اخبارات شائع ہوتے تھے۔ اندور سے ہندوؤں کا ایک اخبار "مالوہ اخبار" کے نام سے ۱۸۴۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے ایڈیٹر دھرم نرائن صاحب تھے۔ وہ شاعر اور ادیب ہی نہ تھے بلکہ ان کا معقولات اور تاریخ کا وسیع مطالعہ تھا۔ یہ پرچہ ہفتہ وار تھا اور بالعموم آٹھ صفحات پر شائع ہوتا تھا۔

آگرہ سے ان دنوں اخبار الحقائق شائع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر موتی لال صاحب تھے۔ لاہور کا اخبار کوہ نور جنوری ۱۸۵۰ء میں منشی ہرسکھ رائے کے اہتمام سے جاری ہوا۔ یہ پرچہ بہت مقبول ہوا ۱۸۵۱ء میں ہفتہ میں دو مرتبہ پھر ہفتہ میں تین مرتبہ اور ۱۸۸۴ء میں روزانہ ہو گیا لیکن بعد میں یہ پھر ہفتہ وار ہو گیا۔

اس لحاظ سے اسے اردو کا پہلا روزنامہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

کوہ نور کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب سے ان دنوں چشمۂ فیض کے نام سے لالہ دیوان چند صاحب کی ادارت میں ایک اور اردو پرچہ شائع ہوتا تھا۔

پنجاب پانچ دریاؤں کی وہ دلکش سرزمین آج ہی سے نہیں بلکہ گزشتہ ایک صدی سے اردو اخبارات کا مرکز رہی ہے۔ چنانچہ کوہ نور کے علاوہ جو لاہور سے نکلتا تھا گجرانوالہ سے گلزار پنجاب بادارت منشی کنہیا لال صاحب سیالکوٹ سے خورشید عالم بادارت منشی ہرمکھ رائے اور خیر خواہ پنجاب بادارت منشی دیوان چند صاحب برسوں شائع ہوتے رہے۔ خورشید عالم ہفتہ وار تھا۔ یہ بارہ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا اور پیر منگل کو شائع ہوتا تھا۔ اس کا سالانہ چندہ بارہ روپے تھا۔

میرٹھ سے جام جہاں نما صاحب ہندوؤں کا ایک اخبار شائع ہوتا تھا مہاراجہ بنارس کی سرپرستی میں بنارس سے ۱۸۵۰ء میں ایک اور پرچہ باغ و بہار کے نام سے شائع ہوا۔ بنارس اخبار کے بعد بنارس سے شائع ہونے والا یہ ہندوؤں کا دوسرا پرچہ تھا۔

الہ آباد سے یکم جنوری ۱۸۵۲ء سے نور الابصار کے نام سے ہندوؤں کا ایک اور پرچہ بادارت منشی سدا سکھ صاحب جاری ہوا۔ یہ پندرہ روزہ تھا۔ اس میں تاریخی، جغرافیائی، زراعتی اور تعلیمی معلومات ہوتی تھیں۔ بنارس سے ہندوؤں کا تیسرا پرچہ آفتاب ہند کے نام سے ۱۸۵۳ء میں شائع ہوا اس کے ایڈیٹر بابو رگھوناتھ تھے۔

اس دور میں پنجاب کے ہندوؤں کے اردو اخبارات میں لاہور سے نکلنے والا پندرہ روزہ ہمائے بے بہا زیر ادارت منشی دیوانچند صاحب اور سیالکوٹ کا وکٹوریہ پیپر باہتمام رائے دیوانچند رئیس سیالکوٹ بھی قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر میں علمی مضامین، تراجم، سرکاری احکام اور معلوماتی مضامین شائع ہوتے تھے۔ وکٹوریہ پیپر میں بہت ٹھوس اور مفید مضامین شائع ہوتے تھے۔ دیوانچند صاحب کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے منشی گیان چند صاحب نے اس پرچہ کو سنبھالا اور یہ کافی عرصے تک جاری رہا۔ اس میں ہندو مذہب کی تبلیغ بھی کی جاتی تھی۔ اسی اثنا میں لاہور سے مفادِ ہند کے نام سے ایک پرچہ ڈپٹی کمشنر کی سرپرستی میں جاری کیا گیا۔ نام سے ظاہر ہے کہ یہ پرچہ ہندوؤں کا تھا اور جس کا مقصد ہندوؤں کے مفاد کا تحفظ تھا۔

بدایوں سے ۱۸۵۶ء میں منشی نیتانند صاحب کی قیادت میں فیض بخش کے نام سے ایک پرچہ جاری ہوا۔

نول کشور صاحب کے اہتمام سے جنوری ۱۸۵۶ء میں آگرہ سے ۱۲ صفحات پر مشتمل سفیر آگرہ کے نام سے ایک پرچہ جاری تھا۔

منشی لکھمی نرائن عیاش اور پنڈت بیج ناتھ صاحبان کے ایما سے لکھنؤ سے ۱۸۵۶ء میں سحر سامری کے نام سے ایک ہفتہ وار پرچہ جاری ہوا۔ اور منشی شیو نرائن نے ۱۸۵۷ء میں آگرہ سے مفید خلق جاری کیا جو

آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا اور ہر منگل کو شائع ہوتا تھا۔

کیا ہندوؤں کے تیس قدیم اخبارات کا تذکرہ اردو کی غیر فرقہ وارانہ حیثیت کے اثبات اور اس بے بنیاد دعوے کو رد کرنے کے لئے کافی نہیں کہ اردو سے ہندوؤں کا کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔

(جامعہ جدید دہلی)

ایک اپیل

محترم و مکرم۔ آداب نیاز

میں آجکل مشاہیر اردو (قدیم و جدید) کے خود نوشت سوانح ترتیب دے رہا ہوں۔ لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ کام کتنا دشوار ہے اور ظاہر ہے کہ ادب دوست افراد کی مدد کے بغیر اس کا انجام پانا بہت مشکل ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے توسط سے اہل علم سے ہاتھ بٹانے کی درخواست کروں۔

اس تذکرے کی اجمالی ترتیب یہ ہوگی۔ شعرا۔ ناقدین۔ فسانہ نگار۔ ڈرامانگار۔ مترجمین۔ محققین۔ مفسرین۔ ماہرین تعلیم۔ اور مدیران اخبارات و رسائل۔

اس سلسلے میں امداد طلب امر یہ ہے کہ جن کتب و رسائل میں ان اصناف میں سے کسی بھی صنف سے تعلق رکھنے والی کسی مشہور ہستی کے حالات خود نوشت ملتے ہوں اس کے حوالے سے مجھے مطلع کیا جائے۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خیال ہے کہ جن لوگوں کے حالات اس میں شامل کئے جائیں گے ان میں سے ہر ایک کے متعلق اس کے کسی معاصر کا تبصرہ بھی شامل کیا جائے گا یا اگر معاصر کی رائے نہ مل سکے تو اس شاعر سے قریب ترین دور کے کسی شخص کی عبارت لے لی جائے گی۔

مشاہیر اردو کا یہ خود نوشت تذکرہ باتصویر ہوگا۔ اکثر اہل ذوق کو تصاویر کے جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے اگر اس بارے میں بھی میری رہنمائی کی جائے تو بہتر ہوگا۔ "مصنفین اردو" "شاعروں کا البم" (طبع اول ۱۹۳۵ء) مرتبہ سید زوار حسین زیدی، شائع کردہ حسامی پبلشنگ ہاؤس اور نگار جنوری ۱۹۴۱ء میرے لئے کارآمد ثابت ہوں گی اگر کسی صاحب کے پاس ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی ہو تو وہ قیمتاً یا مستعار مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

امید ہے علم و ادب سے دلچسپی رکھنے والی ہستیاں اس تذکرے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے میری معاونت کرنے میں دریغ نہ فرمائیں گی۔ مجھے مندرجہ ذیل پتے پر لکھا جا سکتا ہے۔

اکبر علی خاں

معرفت امتیاز علی خاں صاحب عرشی۔ محلہ [illegible]۔ رامپور

نئی مطبوعات

"سنگم" (ہفتہ وار)

[ادارت۔ غلام سرور صاحب، شہباز حسین صاحب۔ دانا پور (پٹنہ)
چندہ سالانہ چار روپے آٹھ آنہ]

ہفتہ وار "سنگم" بہار کا نیا اخبار اس صوبہ کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ غلام سرور صاحب بہار کے ایک پُرجوش کارکن ہیں اور ان کی ادارت اس اخبار کی کامیابی کی ضامن ہے۔ باوجودیکہ اردو کے اخباروں کے لئے اب بہار کی آب و ہوا بھی کچھ زیادہ سازگار نہیں رہی ہے پھر بھی غلام سرور صاحب اور ان کے شرکار کار کا ایک گروہ بہادری کے ساتھ مخالف حالات کا مقابلہ کر رہا ہے۔ یقین ہے کہ "سنگم" کے مقاصد میں اردو زبان کی خدمت اور حفاظت کو بہت نمایاں جگہ حاصل ہوگی اس لئے کہ غلام سرور صاحب خود صوبائی انجمن ترقی اردو کے سکریٹری ہیں اور بہار کی دستخطی مہم میں بڑے جوش کے ساتھ حصہ لیتے رہے ہیں۔

ہم بہار کے اس نئے معاصر کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اس کی کامیابی کے آرزومند ہیں۔

تحریک (ہفتہ وار)

رائے بریلی سے ایک ہفتہ وار علمی اور ادبی اخبار تحریک کے نام سے جاری کیا گیا ہے۔ ہم نے اس کا صرف ایک ہی نمبر دیکھا ہے لیکن اراکین ادارہ کی جو فہرست سرورق پر درج ہے اس کو اور ان اہل قلم کے ناموں کو دیکھ کر جنھوں نے اس اشاعت میں مضامین لکھے ہیں یقین ہوتا ہے کہ اگر مجاز اور مسعود اختر جمال اور فراق جیسے اہل قلم ارادہ کر لیں گے تو "تحریک" ایک کامیاب اخبار بن سکتا ہے۔ زیر نظر شمارہ میں مجنوں صاحب کا [illegible] "تحریک" کو بہت جلد صف اول کے با اثر ادبی [illegible] میں نمایاں کر دے گا۔ اتر پردیش میں سب سے زیادہ ایک ایسے پرچے کی بہت ضرورت تھی (قیمت سالانہ دس روپیہ)

اخلاقی سماجیات

(از ڈاکٹر جعفر حسن)

[ناشر۔ انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ۔ قیمت [illegible]]

[illegible]

لکھتے ہیں کہ :۔

"...... عثمانیہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر جعفر حسن نے جدید سماجیات کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ انھوں نے اس موضوع کی تمام شاخوں پہلوؤں کو بہت احتیاط سے ناقدانہ نظر کی ہے۔ اُن کی زیرِ نظر کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سماجیات کی جدید تحقیقات سے پوری طرح واقف ہیں جن کو انھوں نے اس حد تک اپنے افکار میں جذب کر لیا ہے کہ وہ اس کے بنیادی اصولوں کو ہندوستان کے حالات حاضرہ سے ہم آہنگ کر سکتے ہیں۔

...... اردو زبان کی ایک بڑی قابلِ اعتراف خدمت مصنف نے یہ کی ہے کہ سماجی ادب کی جدید اصطلاحات جو اردو زبان میں استعمال ہوتی ہیں ان کی ایک مکمل فرہنگ کتاب میں شامل کر دی ہے۔

کتاب نہایت خوب لکھی گئی ہے اور بہت سلیقے سے مرتب کی گئی ہے علاوہ اس قابل ہے کہ وہ لوگ جو سماجی مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں بہت غور کے ساتھ اس کا مطالعہ کریں۔"

انجمن ترقی اردو (ہند) کے شاہکار

علمی دنیا میں انجمن کی خاموش جد وجہد کا اندازہ اس حقیقت سے ہو سکتا ہے کہ گزشتہ تیس سال میں اُس نے تین سو کے قریب علمی اور فنی کتابیں شائع کیں۔ دورِ ثانی میں جو ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کے بعد ۱۹۵۰ء سے شروع ہوا۔ انجمن اس وقت تک ۲۲ علمی اور فنی کتابیں شائع کر چکی ہے —— یعنی تقریباً ۱۲ کتابیں ہر سال اور ایک کتاب ہر مہینے —— دنیا کی کوئی بھی علمی انجمن اپنے اس کارنامے پر فخر کر سکتی ہے۔ ان کتابوں میں سے چند شاہکاروں کی طرف مختصر اشارے کئے جاتے ہیں۔

مذہب و دھرم — مذہب کے متعلق مہاتما گاندھی کا نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے۔ قیمت چار روپے

مشترکہ زبان — زبان کے مسئلے پر گاندھی جی کے خیالات کا عکس ہے۔ قیمت چار روپے

پرچھائیں — آصف علی صاحب مرحوم کے رومانی اور فلسفی افکار کا ایک بہت دلچسپ عکس ہے۔ قیمت چار روپے

حیاتِ اجمل — مسیح الملک حکیم اجمل خاں کی سوانح عمری ہے۔ جس میں مولف قاضی محمد عبدالغفار صاحب نے اُس دور کی ہندوستانی سیاست کا پورا ماحول پیش کر کے کتاب کو سیاسیات کی تاریخ بنا دیا ہے۔ قیمت آٹھ روپے

یادگارِ حالی (چار روپیہ) **حیاتِ سرسید** (تین روپیہ آٹھ آنے) **مشرقی کتب خانہ** (تین روپے) **الفواعِ فلسفہ** (پانچ روپے آٹھ آنے) **اخلاقی سماجیات** (چار روپے آٹھ آنے) **اسلامی فنِ تعمیر** (چھ روپے) **ادبی اور قومی تذکرے** (چھ روپے آٹھ آنے)

یہ سب کتابیں معیاری ہیں اور ایک مثال پیش کرتی ہیں کہ کس طرح تجارتی فوائد سے قطع نظر کر کے انجمن اردو زبان میں معیاری اور بلند پایہ لٹریچر کا اضافہ کر رہی ہے۔

انجمن کی تازہ ترین مطبوعات میں دو کتابوں کا خاص مقام ہے

ترقی پسند ادب — سردار جعفری جو اردو ادب کے موجودہ رجحانات کا ایک گہرا "مطالعہ" ہے۔ قیمت چھ روپے

احوالِ غالب — (ڈاکٹر مختار الدین آرزو) جو غالب کی زندگی کے حالات پر اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے جس کو تمام علمی حلقوں سے خراجِ تحسین مل رہا ہے۔

(قیمت نو روپے)

ہمارے ملک میں لاکھوں انسان اردو زبان کے حامی اور اُس کی بقا

اور کو وسیع کے دل سے خواہاں ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ انجمن کے مطبوعات کی اشاعت کا دائرہ وسیع کریں اور کتب خانہ اور کوئی گمراں علمی شاہکاروں سے محروم نہ رہے۔

مہتمم۔ انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

علی گڑھ کی خبریں:-

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سٹی طلباء کی شاخ نے ایک انعامی مضمون کا اعلان کیا ہے۔ اول انعام پانے والے صاحب کو مجروح کی "غزل اور اردو زبان" پنڈت کیفی صاحب کا خطبۂ صدارت۔ اور دوئم انعام پانے والے صاحب کو "محاسن کلام غالب" ڈاکٹر بجنوری کی کتاب پیش کی جائیگی عنوان یہ ہے۔

"یونیورسٹی کے ماحول میں رہکر ہم اردو زبان
کی کیا خدمت کر سکتے ہیں"؟

مضمون کاپی کی تیس سطور سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ تمام مضامین ذیل کے پتے پر ۱۵ یا ۱۶ ر دسمبر چار بجے دن تک بھیجے جا سکتے ہیں۔

لطف الرحمان صدیقی فیروز

۱۱۔ ایس۔ ایس ہال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(نامہ نگار)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلبار کا ایک نمائندہ اجتماع ۲۵ر نومبر ۱۹۵۶ء کو سلطان جہاں منزل میں ہوا تھا جس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ یونیورسٹی میں انجمن ترقی اردو کی ایک شاخ قائم کی جائے اور عام ممبر سازی کے بعد ۶ر دسمبر کو شاخ کے عہدے دار اور اراکین منتخب کئے جائیں۔ اس کے کنوینر لطف الرحمن صاحب فیروز بنائے گئے تھے جن کو ادبی کاموں سے گہری دلچسپی ہے۔ چنانچہ ۶ر دسمبر کو ڈاکٹر مسعود حسن صاحب جمبر انجمن ترقی اردو (ہند) کی نگرانی میں ڈھائی بجے دن کو یونین ہال میں طلبار نے شاخ کے عہدے دار اور اراکین کا انتخاب کیا۔

لطف الرحمن فیروز	صدر
ستیہ بھوشن	نائب "
انیس شیروانی	" "
عابد اللہ غازی	جنرل سکریٹری
فضل حق کوثر دہلوی	جوائنٹ سکریٹری
محمد ایوب	" "

خوشی کی بات یہ ہے کہ شاخ کے صدر لطف الرحمن صاحب فیروز مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب کے بلند اقبال صاحبزادے اور عابد اللہ غازی مشہور صحافی حامد اللہ صاحب غازی کے نور نظر ہیں۔ اور یہ دونوں صاحبان اردو و ادب کی خدمت کا صحیح جذبہ رکھتے ہیں۔

(نامہ نگار)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی یونین کا سالانہ مشاعرہ ۱۲ر دسمبر کی رات میں ہوا۔ صدارت الحاج حضرت جگر مراد آبادی مدظلہٗ نے فرمائی۔ ارباب ذوق سے مشاعرہ گاہ (اسٹریچی ہال) اتنا بھر گیا تھا کہ منتظمین کو پورے ہال کے پنکھے کھولنے پڑے۔ پھر بھی سانسوں کے تصادم سے دم گھٹ رہا تھا۔ لاؤڈ اسپیکر باہر نہ ہونے کی وجہ سے جو مجمع باہر تھا اس نے کئی بار اندر آنے کی کوشش میں ہنگامہ کی صورت اختیار کی۔

شعراء کی فہرست لمبی تھی ان میں قابل ذکر نام یہ ہیں۔

مولانا انور صابری۔ جگن ناتھ آزاد۔ وامق جونپوری۔ علی سردار جعفری۔ تاباں دہلوی۔ ماہر غازی پوری۔ کوثر قریشی۔ حفیظ میرٹھی۔ محشر رامپوری۔ سرشش ملیانی

شعراء کے تعارف کی خدمت حضرت خیر بہوروی نمائندۂ خصوصی انجمن ترقی اردو (ہند) نے انجام دی جو فن کے ماہر اور جلسوں کی جان ہیں۔

جگر صاحب کے تعارف میں خیر صاحب نے ان کی شاعری پر اظہار خیال فرماتے ہوئے بتایا کہ جگر صاحب کی شاعری کروٹیں لیتی ہوئی آج اس منزل پر آگئی ہے جہاں شعر الہام کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

یونین کی طرف سے جگر صاحب کی خدمت میں ایڈریس بھی پیش کیا گیا۔

(نامہ نگار)

اخلاقی سماجیات | مصنفہ ڈاکٹر جعفر حسن خاں عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عمرانیات کی ایک اہم شاخ اخلاقی سماجیات سے اردو داں پبلک کو روشناس کرایا ہے۔ عمرانیات کی مختلف شاخوں کا مسلم فی زمانہ نہایت اہم ہے۔ یہ کتاب اس بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ کتابت طباعت اعلیٰ۔ قیمت للعہ

اسلامی فنِ تعمیر | با تصویر ترجمہ سید مبارز الدین رفعت ایم۔ اے۔ یہ

آرنسٹ ماڈ ہیام رچنڈ کی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے اور اسلامک کلچر کی ایک اہم شاخ سے بحث کرتا ہے۔ مفید تصویروں اور نقشوں سے مزین ہے۔ قیمت مجلد ۱۲

حیاتِ اجمل مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی وہ سوانح عمری جس کا عرصہ سے انتظار تھا اب تیار ہو گئی ہے۔ مرتب قاضی عبد الغفار صاحب تقریباً چھ سو صفحات میں حکیم صاحب کی سیاسی اور اخلاقی زندگی کے ہر پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے۔ حیات اجمل حکیم صاحب کی صرف سوانح عمری ہی نہیں ہے بلکہ اس کتاب میں تقریباً ۳۰ سال کی قومی جدوجہد کا پس منظر بھی پیش کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد ۶

کاروانِ معیشت

نجم الدین شکیب صاحب ایم اے نے لیو ہیوبرمین کی مشہور کتاب کا یہ ترجمہ بہت محنت اور توجہ سے کیا ہے اور انجمن نے اس کو شائع کر کے معاشیات کی تاریخ پر اردو زبان میں ایک قابل قدر کتاب کا اضافہ کر دیا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ جاگیرداری اور سرمایہ داری کے دور سے معاشی جمہوریت کے اس شروع ہونے والے دور تک دنیا کے معاشی انقلاب کا سارا پس منظر ان صفحات میں پیش کر دیا گیا ہے۔

قیمت مجلد ۶ روپیہ آٹھ آنے غیر مجلد ۶ روپیہ۔

ترقی پسند ادب

یہ کتاب ترقی پسند شاعر سردار جعفری کی تصنیف ہے اور غالباً اس موضوع پر پہلی مستند کتاب ہے۔ اس میں ترقی پسند ادبی تحریک کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے کہ ترقی پسند تحریک کا رشتہ بین الاقوامی ہے جو قومی حدود اور جغرافیائی سرحدوں کو توڑ کر انسانیت کا ایک ایسا تصور پیش کرتا ہے جو انصاف محبت اور آزادی کے جذبے میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اور کسی قوم کی برتری اور تفوق کا تصور اس نئی دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ اس میں بہت سی غلط فہمیوں کو جو ترقی پسند ادب کی تحریک کے متعلق پیدا ہو گئی ہیں دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ کتاب بہترین ٹائپ میں اعلیٰ قسم کے چکنے کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔ قیمت مجلد چھ روپے

تین شاعر!

انجمن ترقی اردو (ہند) نے ملک کے نئے اور نوجوان شعرا کے کلام کے انتخاب کو شائع کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس سلسلے کی تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

۱- **کلام وجد** حیدرآباد کے مشہور شاعر اور ادیب سکندر علی وجد کے کلام کا انتخاب مجلد۔ ٹائپ کی طباعت

۱/۸ روپے

۲- **غزل** ترقی پسند جواں سال اور نازک خیال شاعر مجروح سلطانپوری کی غزلوں کا مجموعہ۔ بہترین ٹائپ میں چھاپا گیا ہے۔ قیمت ۱/۸ روپے

۳- **مخدوم** حیدرآباد کے بائیں بازو کے سرفروش رہنما مخدوم محی الدین کے کلام کا انتخاب۔ ٹائپ کی طباعت

قیمت ۱/۸ روپے

مینیجر

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

اب بھی وقت ہے

کہ آپ "ہماری زبان" اور "اردو ادب" کی اشاعت میں اضافہ کرنے کی کوشش کریں۔ پہلے اس سے کہ انجمن اپنی اشاعتوں کو بند کرنے پر مجبور ہو جائے۔

انجمن کی شاخوں کے علاوہ ہمارا روئے سخن اردو کے ان حامیوں کی طرف ہے جو تنقید و تعریف تو خوب انجام دیتے ہیں لیکن عمل کے میدان میں شکستہ پا نظر آتے ہیں۔ (مینیجر)

پرنٹر: نیشنل پرنٹرس کمپنی علی گڑھ

پبلشر: قاضی عبد الغفار۔ صدر دفتر انجمن ترقی اردو علی گڑھ